81164-عید سے ہفتہ قبل فطرانہ کی ادائیگی کرنا

سوال

میں نے عید سے ہفتہ قبل ہی فطرانہ ادا کردیا، کیا یہ فطرانہ کفائت کر جائیگا، اور اگر کفائت نہیں کریگا تو مجھے کیا کرنا ہوگا ؟

پسندیدہ جواب

اول :

فطرانہ کی ادائیگی کے وقت میں اہل علم کے کئی ایک اقوال ہیں :

پہلا قول :

عید سے دو روز قبل ادا کیا جائے، مالکیہ، حنابلہ کا مسلک یہی ہے انہوں نے ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما کی درج ذیل حدیث سے استدلال کیا ہے :

ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما بیان کرتے ہیں کہ :

"اور وہ عید الفطر سے ایک یا دو دن قبل فطرانہ ادا کیا کرتے تھے "

صحیح بخاری حدیث نمبر (1511).

اور بعض علماء کا کہنا ہے کہ : عید سے تین روز قبل فطرانہ ادا کیا جائے.

امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں :

"مجھے نافع نے بتایا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما فطرانہ دے کر فطرانہ جمع کرنے والے کے پاس عید سے دو یا تین روز قبل بھیجا کرتے تھے "

دیکھیں : المدونۃ (385/1).

شیخ ابن باز رحمہ اللہ نے یہی قول اختیار کیا ہے.

دیکھیں : مجموع الفتاوی ابن باز (216/14).

دوسرا قول :

رمضان المبارک کے شروع میں ہی فطرانہ ادا کرنا جائز ہے، احناف کے ہاں اسی کا فتوی ہے، اور شافعیہ کے ہاں بھی یہی صحیح ہے.

دیکھیں: کتاب الام (75/2) المجموع (87/6) بدائع الصنائع (74/2).

ان کا کہنا ہے: اس لیے کہ فطرانہ کا سبب روزہ رکھنا اور روزے ختم ہونا ہے، اور جب دونوں سببوں میں سے کوئی ایک پایا جائے تو اس میں جلدی کرنی جائز ہے، جس طرح مال کی زکاۃ کی ادائیگی بھی پہلے کی جا سکتی ہے، کہ جب مال نصاب کو پہنچ جائے تو سال پورا ہونے سے قبل زکاۃ دینی جائز ہے.

تیسرا قول:

سال کے شروع میں ہی فطرانہ ادا کرنا جائز ہے، یہ بعض احناف اور بعض شافعیہ کا قول ہے، ان کا کہنا ہے: اس لیے کہ یہ بھی زکاۃ ہے، تو یہ مال کی زکاۃ کی مشابہ ہونے کی بنا پر مطلقا پہلے ادا کرنا جائز ہے.

ابن قدامہ رحمہ اللہ "المغنی" میں لکھتے ہیں:

"فطرانہ کے فرض ہونے کا سبب روزے ختم ہونا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ اس کی اضافت ہی اس (یعنی روزے) کی طرف کی گئی ہے، اور اس سے مقصود ایک مخصوص وقت میں اس سے مستغنی ہونا ہے، اس لیے اس کی وقت سے پہلے ادائیگی جائز نہیں" انتہی.

دیکھیں: المغنی ابن قدامہ المقدسی (676/2).

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا:

"میں نے مکہ آنے سے قبل مصر میں ہی رمضان کے شروع میں فطرانہ ادا کر دیا تھا، اور اب میں مکہ مکرمہ میں مقیم ہوں، تو کیا میرے ذمہ فطرانہ کی ادائیگی ہے؟

شیخ رحمہ اللہ کا جواب تھا:

جی ہاں آپ کے ذمہ فطرانہ کی ادائیگی ہے، کیونکہ آپ نے فطرانہ وقت سے قبل ادا کیا ہے، فطرانہ کی اضافت اس کے سبب کی جانب ہے، اور آپ چاہیں تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں: اس کی اضافت اس کے وقت کی جانب ہے، اور ان دونوں صورتوں کی عربی لغت میں وجوہات ہیں، اللہ تعالی کا فرمان ہے:

"مکر اللیل والنھار"

یہاں کسی چیز کی اس کے وقت کی طرف اضافت ہے، اور اہل علم کا کہتے ہیں: باب السجود السھو، یہ کسی چیز کی اس کے سبب کی جانب اضافت ہے.

تو یہاں فطرانہ کو فطر کی طرف مضاف کیا گیا ہے، کیونکہ یہ فطرانہ کا سبب ہے؛ اور اس لیے بھی کہ یہ فطرانہ کی ادائیگی کا وقت ہے، اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ رمضان المبارک کے روزوں سے مکمل افطار، تو رمضان المبارک کے آخری دن ہوتی ہے، اس لیے رمضان المبارک کے آخری یوم کا سورج غروب ہونے سے قبل فطرانہ ادا کرنا جائز نہیں.

لیکن عید الفطر سے صرف ایک یا دو دن قبل فطرانہ ادا کرنے کی اجازت دی گئی ہے، وگرنہ فطرانہ کی ادائیگی کا حقیقی وقت تو رمضان المبارک کے آخری روزے کا سورج غروب ہونے کے بعد ہی ہے؛ اس لیے کہ یہی وہ وقت ہے جس سے رمضان کا اختتام ہوتا اور عید الفطر آتی ہے، اس لیے ہم کہینگے کہ:

افضل یہی ہے کہ اگر ممکن ہو سکے تو آپ عید الفطر کی صبح فطرانہ ادا کریں.

دیکھیں : مجموع الفتاوی ابن عثیمین زکاۃ الفطر سوال نمبر (180).

دوم :

آپ کے لیے رمضان المبارک کے شروع میں ہی کسی خیراتی تنظیم یا بااعتماد شخص کو اپنی جانب سے فطرانہ کی ادائیگی کا وکیل بنانا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وکیل عید سے ایک یا دو دن قبل آپ کا فطرانہ تقسیم کرے، کیونکہ مستحقین فقراء اور مساکین کو زکاۃ اور فطرانہ دینا ہی شرعی زکاۃ اور شریعت نے اس کی وقت کو مقید کرتے ہوئے عید سے ایک یا دو روز قبل مقرر کیا ہے.

اور فطرانہ کی ادائیگی میں کسی کو وکیل بنانا یہ نیکی و تقوی میں تعاون کے باب میں شامل ہوتا ہے، اور اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں.

اس کی تفصیل سوال نمبر (10526) کے جواب میں بیان ہو چکی ہے آپ اس کا مطالعہ کریں.

حاصل یہ ہوا کہ : آپ کا عید سے ایک ہفتہ قبل فطرانہ ادا کرنا کفائت نہیں کریگا، اس لیے آپ فطرانہ دوبارہ ادا کریں، لیکن اگر آپ نے کسی خیراتی تنظیم وغیرہ کو دیا کہ وہ آپ کی جانب سے وقت پر عید سے ایک یا دو دن قبل فطرانہ تقسیم کر دیں، تو آپ اپنی جانب سے حق ادا کر دیا، اور یہ فطرانہ ان شاء اللہ صحیح اور مقبول شمار ہو گا.

واللہ اعلم.